سفرِ شوق

اپنے گھر سے بیت اللہ تک

سید ابوالحسن علی ندوی

روانگی

اللہ اللہ کر کے روانگی کی تاریخ آئی ؎

دن گنے جاتے تھے جس دن کے لیے

جس دن کی آرزو لے کر لاکھوں اللہ کے نیک اور مقبول بندے دنیا سے چلے گئے' ہزاروں اولیااللہ عمر بھر اسی حسرت و اشتیاق میں رہے' وہ ایک ظلوم و جہول بندہ کو نصیب ہو رہا ہے۔ ؎

برایں مژدہ گر جاں فشانم رَواست

اس خوش خبری پر اگر جان نثار کروں تو بجا ہے۔

بہت چاہا کہ سوائے چند مخصوص دوستوں کے کسی کو خبر نہ ہو۔ ایسے موقع پر ریا و عُجب (خودپسندی) سے حفاظت اور اخلاص کامل کا بڑا اونچا مقام اور اللہ کے مخلص بندوں کا کام ہے۔ اگر سفر کی بسم اللہ ہی غلط ہوئی' اور اخلاص میں فرق آیا تو بڑا خطرہ ہے ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریّا می رَود دیوار کج

معمار اگر بنیادی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دے تو آسمان تک دیوار ٹیڑھی ہی جائے گی۔

لیکن ایک سے دوسرے کو دوسرے سے تیسرے کو خبر ہو ہی گئی۔ اے اللہ' دل کا نگہبان تو ہی ہے' اپنی ناکارگی' گناہوں اور شامتِ نفس کا پورا استحضار' اور تیرے بے استحقاق احسان کا مراقبہ رہے' ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی اہلیت و مقبولیت کا وسوسہ اور ریا کا ادنیٰ شائبہ بھی آنے نہ پائے۔

اللّٰھُمَّ اِنَّ قلوبَنا وَنَواصِیَنا وجوارِحَنا بِیدِ کَ' لَم تُملِکنا مِنھا شَیًا' فَاِذا فعلتَ ذٰلکَ بِنا'

لَكِنْ أَنْتَ وَلِيُّنَا وَ اهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ السَّبِيلِ۔

اے اللہ ہمارے دل' ہماری پیشانی کے بال' ہمارے اعضا و جوارح سب تیرے ہاتھ میں ہیں' تو نے اس میں سے کوئی چیز بھی ہمارے اختیار میں نہیں دی' جب واقعہ یہ ہے تو پھر تو ہی ہمارا کارساز رہ' اور ہم کو سیدھے راستے پر لگا۔ . . .

لیجیے دیکھتے دیکھتے چلنے کا وقت آگیا۔ مکروہ وقت نہیں ہے۔ ہر سفر کا آغاز دو رکعت نفل اور دُعاءِ سفر سے مسنون ہے' نہ کہ اتنا طویل' مبارک اور نازک سفر' جس میں ہر آن خطرہ پونجی کے ڈوب جانے اور قلب و نیت کے قزاقوں کی رہزنی کا ہے۔ ساری عمر کا خشوع اگر اس ایک نماز میں' اور زندگی بھر کا تضرّع اگر آج کی دُعا میں' آ جائے تو بڑی بات نہیں۔ جسم و جان' قلب و ایمان' برّوبحر کے خطرے اس ایک سفر میں جمع ہیں۔ ہار جیت کا سفر ہے۔ ہار بھی ایسی کہ اس کے برابر کوئی ہار نہیں۔ اللہ کے گھر جائے' اور اپنی شامتِ اعمال سے خالی ہاتھ آئے' بلکہ گناہوں کی گٹھری اور اُلٹی پیٹھ پر لاد کر لائے۔

تہمتیں چند اپنے ذمّے دھر چلے
کس لیے آئے تھے اور کیا کر چلے

اور جیت بھی ایسی کہ کوئی فتح اور کامرانی اس کے برابر نہیں' گناہوں سے پاک صاف دھویا دھلایا جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (بخاری و مسلم)

جس شخص نے محض اللہ کی خوشنودی کے لیے حج کیا اور بے حجابی اور گناہ سے محفوظ رہا تو وہ پاک ہو کر ایسا لوٹتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے روز تھا۔

وہ سفر' جس کا انعام جنت ہے۔

اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ الْجَزَاءُ اِلَّا الْجَنَّةُ (بخاری و مسلم)

حج مقبول کی جزا جنت ہی ہے۔

اس سفر کے لیے جو کچھ بھی مانگا جائے اور جس طرح دل کھول کر مانگا جائے کم ہے۔ مگر ناتجربہ کار عقل' پریشان دماغ' مضطرب دل' تھکا ہوا جسم' وقت تھوڑا کہنا بہت' کہیں ایسا نہ ہو کہ غیر ضروری باتیں زبان پر آ جائیں اور ضروری باتیں رہ جائیں۔ لیکن قربان رحمتہ اللعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے' کہ جیسے ہر دینی و دنیاوی ضرورت کے لیے جنچی تلی دعائیں اور ہر شعبۂ زندگی کے لیے منتخب دعائیہ الفاظ اُمّت کو عطا کر گئے' سفر کی بھی ایسی مکمل دعا تعلیم کر گئے جس میں نہ

کسی اضافہ کی ضرورت ہے نہ کسی ترمیم کی۔ اور صدہا احسانات کے ساتھ اس احسان کا بھی اِستحضار کرکے، محبت و عظمت کے ساتھ درود پڑھ کر، یہ مسنون و ماثور الفاظ کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ فِی سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی۔ اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا هٰذَا، وَاطْوِعَنَّا بُعْدَہٗ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ، وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ، وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ۔ (مسلم)

اے اللہ، ہم تجھ سے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کے طالب ہیں، اور ایسے اعمال کے جو تجھے پسند ہوں۔ اے اللہ، ہمارے سفر کو ہمارے لیے آسان اور ہلکا بنا دے، اور اس کی مسافت کو لپیٹ دے۔ اے اللہ، تو سفر میں بھی ہمارے ساتھ ساتھ ہے، اور گھر میں بھی ہمارے پیچھے نگراں اور خیال رکھنے والا ہے۔ اے اللہ، میں تجھ سے سفر کی کلفت، اور ایسی چیز سے پناہ چاہتا ہوں جس کے دیکھنے سے کوفت ہو، اور مال و اہل و عیال کی طرف بُری واپسی سے۔

گھر سے رخصت ہوئے، سب کو اللہ کے حوالہ کیا، اور اللہ کے حفظ و امان میں دیا۔ رخصت کرنے والوں نے بھی مسنون الفاظ میں اللہ کے گھر کے مسافر کو اللہ کی ودیعت و حفاظت میں دیا، اور کہا:

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکَ۔

میں اللہ کی امانت میں دیتا ہوں، تمھارا دین اور تمھاری امانت اور تمھارے اعمال کا انجام۔

جس وقت گھر سے نکلے سفر شروع ہوگیا، اور زبان پر یہ مسنون الفاظ آگئے، جو بالکل مناسب حال ہیں،

اَللّٰهُمَّ بِکَ انْتَشَرْتُ، وَاِلَیْکَ تَوَجَّهْتُ، وَبِکَ اعْتَصَمْتُ، وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ۔ اَنْتَ ثِقَتِیْ، وَاَنْتَ رَجَائِیْ۔ اِکْفِنِیْ مَا اَهَمَّنِیْ، وَمَا لَا اَهْتَمُّ بِهٖ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ۔ عَزَّ جَارُکَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ، وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ۔ اَللّٰهُمَّ زَوِّدْنِیَ التَّقْوٰی، وَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ، وَوَجِّهْنِیْ لِلْخَیْرِ اَیْنَمَا تَوَجَّهْتُ۔

اے اللہ میں تیرے سہارے چل کھڑا ہوا ہوں اور تیری طرف رخ کردیا ہے اور تجھے مضبوط پکڑ لیا ہے اور تجھ پر بھروسہ کیا ہے۔ تو ہی میرا سہارا ہے، تو ہی میرا آسرا ہے۔ جس چیز کی مجھے فکر ہے اور جس کی مجھے فکر نہیں اور جن کو تو زیادہ جانتا ہے، سب کا تو خود ہی انتظام فرما دے، تیرے جوار میں آنے والا غالب و محفوظ ہے۔ تیری مدح و توصیف بلند ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تقویٰ کو میرا زادِ راہ بنا۔ میرے گناہوں کو

معاف فرما' اور جس طرف رُخ کروں خیر ہی کی طرف میرا رُخ کر۔

گاڑی آگئی' مسافروں کو ایذا دیے بغیر سوار ہوئے' سامان کو قرینہ سے رکھا' بقدر ضرورت جگہ گھیری' وضو اور نماز کا انتظام کرلیا۔ سفر کے اس ہنگامہ اور شوروغل میں بھی اپنے سفر کی عظمت اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف توجہ' اپنی بے بسی کا احساس قائم ہے۔ لوگوں سے محبت کے ساتھ رخصت ہوئے' اور سفر کی کامیابی اور مقبولیت کے لیے خود ان سے دُعا کی درخواست کی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اللہ کے ان سادہ دل بندوں میں کتنے مقبولِ بارگاہ ہوں گے' اور کتنوں کے جسم یہاں اور دِل وہاں ہوں گے' اور کتنے بہت سے حُجّاج سے افضل ہوں گے۔ . . .

صلاح ہوئی کہ یہ ہفتہ اپنی تیاری اور حجاج کی خدمت گزاری میں صرف ہو۔ سنا ہے کہ جس نوع کی خدمت مسلمانوں کی کی جائے اسی نوع کی مدد اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ جو مسلمان کو روٹی کھلائے گا اللہ اس کی روٹی کا انتظام فرمائے گا' جس کو مسلمانوں کی نماز کی فکر ہوگی اللہ اس کی نماز کی حفاظت اور اس کی ترقی کا انتظام فرمائے گا۔ اس لیے اگر حجاج کے حج کی صحت اور اس کی روح کی فکر کی جائے گی' تو ہمیں بھی اپنے حج کی مقبولیت اور اس کی روحانیت کی امید کرنی چاہیے۔ **اللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ** جب تک ایک شخص اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں رہتا ہے۔ . . .

سفرِ عشق و محبّت

حج کے دو مستقل شعبے ہیں۔ ایک ضوابط و قوانین کا' جس میں مومن کی اِطاعت و اِنقیاد کا امتحان اور مظاہرہ ہے۔ ایک محبت و عشق کا' جس میں اس کی عاشقانہ کیفیت اور والہانہ محبت کا ظہور مطلوب ہے۔ اور سچ پوچھیے تو حج کی رُوح اور حضرت ابراہیمؑ کی میراث یہی عشق و محبّت ہے۔ حج میں انھی دبی ہوئی چنگاریوں کا اُبھارنا اور اسی محبّت کی تربیت و ترقی مقصود ہے۔ بعض طبیعتوں کے خمیر میں عشق و محبّت داخل ہوتی ہے۔ ان کو حج سے فطری مناسبت ہوتی ہے' اس کی سب مشکلات ان کے لیے آسان اور اس کے سب مناسک و ارکان ان کی روح کی غذا اور ان کے درد کی دَوا ہوتے ہیں۔ اگر یہ محبّت و عشق فطری نہیں اور طبیعت خشک اور قانونی محض واقع ہوئی ہے' تو مناسب ہے کہ اِکتسابی طریقہ سے کسی نہ کسی درجہ میں محبت کی حرارت پیدا کی جائے۔ اس لیے کہ اس کے بغیر بعض اوقات حج ایک قالبِ بے روح ہو کر رہ جاتا ہے۔

محبت میں اِکتساب کو اچھا خاصا دخل ہے۔ اس کے دو آزمودہ طریقے ہیں۔ ایک محبوب کے جمال و کمال اور اس کے محاسن و کمالات کا مطالعہ و مراقبہ۔ دوسرے اہلِ محبّت کی صحبت' اور اگر

وہ میسر نہ ہو تو ان کے عاشقانہ واقعات۔ حج سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے یہ دونوں راستے ممکن ہیں۔ پہلے کا ذریعہ تلاوت اور ذکر و تفکّر ہے۔ دوسرے کا ذریعہ عُشّاق و محبین اور شہیدانِ محبت کے پُراثر واقعات ہیں' جس میں صدیاں گزر جانے کے بعد بھی تازگی اور گرمی باقی ہے' اور اب بھی وہ دِلوں کی سرد انگیٹھیاں گرما دیتے اور بجھے ہوئے دلوں کو تڑپا دیتے ہیں۔ شیخ دہلوی کی جذب القلوب اور شیخ الحدیث سہارنپوری کی فضائلِ حج نیز حضرت جامی و خسرو کی عاشقانہ غزلیں اور نعتیہ کلام اس مقصد کے لیے بہت مفید ہے۔

اگر محبت کی یہ گرمی اور سوز' فطری یا کسبی طور پر موجود ہے' تو روز بروز منزل کی کشش بڑھے گی۔ جب اس سرزمینِ مقدّس کی جلی ہوئی پہاڑیاں اور تپتی ہوئی ریت دُور سے کہیں کہیں دکھائی دے گی' جس میں کوئی مادی کشش اور کوئی ظاہری حُسن نہیں' تو سَو جان سے اس پر قربان ہو جانے کا جی چاہے گا' اور اس کے ذرّہ ذرّہ میں دل آویزی اور محبوبیت معلوم ہوگی۔ . . .

جدّہ میں

وقت گزرتے دیر نہیں لگتی . . . حجّاج بادبانی کشتیوں اور موٹر لانچ کے ذریعہ جدّہ کے پلیٹ فارم پر' یعنی عرب کی سرزمین پر پہنچ گئے ؎

هٰذَا الَّذِی کَانَتِ الْاَیَّامُ تَنْتَظِرُ   فَلْیُوْفِ لِلّٰہِ اَقْوَامٌ بِمَانَذَرُوْا

ہاں ' اسی گھڑی کا دنوں کو انتظار تھا۔ اب لوگ وہ نذریں پوری کریں جو اللہ کے لیے مانی ہیں۔

دل سینہ سے نکلا جاتا ہے' کیا واقعی ہم عرب کی سرزمین پر ہیں' کیا ہم اب دیارِ محبوبؐ میں ہیں' کیا ہم مکّہ مُعظمہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہیں ؟ ؏

انچہ می بینیم بہ بیداریست یارب یا بخواب

اے خدا' جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں' یہ نیند کا عالم ہے یا بیداری کا۔

اللہ اللہ درودیوار سے عاشقیت ٹپکتی ہے۔ مکّہ مُعظمہ ابھی دُور ہے' اور مدینہ طیّبہ اس سے بھی دُور۔ جدّہ کوئی مقدّس مقام نہیں۔ نہ یہاں بیت اللہ نہ یہاں مسجد نبویؐ' نہ یہ حرمِ ابراہیمؑ' نہ یہ حرمِ رسولؐ' لیکن محبّت کا آئین نرالا ہے۔ اس کو کیا کیجیے کہ جدّہ کی گلیوں سے بھی اُنس اور محبت معلوم ہوتی ہے۔ غریب الدیار مسافر کو یہاں پہنچ کر بوئے اُنس آئی' برسوں کی محبت نے اپنی پیاس بجھائی۔ محبت' فلسفہ اور قانون سے آزاد ہے۔ یہاں کے قُلی اور مزدور' سیاہ فام سوڈانی' اور پیراہن دریدہ بدّو بھی دل کو اچھے لگتے ہیں۔ یہاں کے دکانداروں' خوانچہ فروشوں کی صدائیں' معصوم بچیوں اور بچوں کی گیتیں' جن میں وہ حجّاج سے سوال کرتے ہیں' دل میں اتری چلی جاتی

ہیں۔ محبت عقل کو تنقید کی فرصت ہی نہیں دیتی' اور اچھا ہے کہ کچھ دن اس کو فرصت نہ دے۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

مدینہ کی طرف

موٹر روانہ ہوئی۔ راستہ میں درود شریف سے بہتر کیا وظیفہ اور مشغلہ ہے۔ نمازوں کے اوقات میں موٹر روکی گئی' اذان و جماعت کے ساتھ نماز ہوئی۔ منزلیں آئیں اور گزر گئیں۔ غربت کے مارے نیم برہنہ عرب بچے اور بچیاں' جن کے جسم پر کپڑوں کے تار اور دھجیاں تھیں' موٹر کا دُور تک تعاقب کرتیں اور آخر تھک کر رہ جاتیں۔ ان کی غربت کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں کتنے صحابہ کرامؓ کی اولاد اور عراق و شام کے فاتحین کی نسل میں سے ہیں۔ ایمانی اور مادی حیثیت سے اگر کوئی شہزادہ کہلانے کا مستحق ہے تو ساری دنیا کے یہ شہزادے اور دنیائے اسلام بلکہ عالمِ انسانیت کے محُسنوں اور مخدوموں کی اولاد ہیں۔ بے حقیقت سکوّں کے ساتھ جو آپ اپنی حقیر خواہشات میں بے دریغ خرچ کرتے رہتے ہیں' اگر آنسو کے چند قطرے بھی آپ بہا دیں' تو شاید گناہوں کا کچھ کفارہ ہو جائے۔

نظر اٹھا کر دیکھیے' یہ دونوں طرف پہاڑوں کی قطاریں ہیں' کیا عجب ہے کہ ناقۂ نبویؐ اسی راستہ سے گزری ہو۔ یہ فضا کی دلکشی یہ ہوا کی دل آویزی اسی وجہ سے ہے ۔

اَلَا اِنَّ وَادِ ی الْجِزْعِ اَضحٰی تُرَابُہٗ   مِنَ الْمِسکِ کَافُوراً وَاَعوَادُ ہٗ رَندَا
وَمَا ذَاکَ اِلَّا اَنَّ ھِندًا عَشِیۃً   تَمَشَّتْ و جَرَّتْ فِی جَوَانِبِہٖ بُردَا

ہاں' جزع کی وادی کی مٹی روشن ہے' کافور کی مشک سے۔ وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ شام کے وقت ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کی طرح یہاں سے ہند کا گزر ہوا ہے۔

لیجیے' مسجد آگئی۔ اب بئیرِ علی (ذوالحلیفہ) کی باری ہے ۔

منزلِ دوست چوں شود نزدیک   آتشِ شوق تیز تر گردد !

محبوب کی منزل جیسے جیسے نزدیک آتی جاتی ہے' محبت کی آگ تیز ہوتی جاتی ہے۔

درود شریف زبان پر جاری ہے' دل وفورِ شوق سے امنڈ رہا ہے' عرب ڈرائیور حیران ہے کہ یہ عجمی کیا پڑھتا ہے اور کیوں روتا ہے' کبھی عربی میں گنگناتا ہے' کبھی دوسری زبانوں میں شعر پڑھتا ہے۔

بھینی بھینی ہوا ہے اور ہلکی ہلکی چاندنی' جس قدر طیبہ قریب ہوتا جارہا ہے ہوا کی خنکی' پانی کی شیرینی اور ٹھنڈک' لیکن دل کی گرمی' بڑھتی جارہی ہے۔ سنیے' کوئی کہہ رہا ہے ۔

باد صبا جو آج بہت مشکبار ہے　　شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلفِ یار ہے

وہ ایک بار ادھر سے گئے مگر اب تک　　ہوائے رحمتِ پروردگار آتی ہے

عجب کیا گرمہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں　　کہ برفتراکِ صاحب دولتے بستم سرِ خود را

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے　　غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است　　اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

یثرب کی خاک دونوں جہانوں سے اچھی ہے۔ کتنا پیارا شہر ہے جہاں محبوب کا بسیرا ہے۔

داغِ غلامیت کرد رُتبۂ خسرو بلند　　میرِ ولایت شود بندہ کہ سلطاں خرید

آپؐ کی غلامی کے داغ نے خسرو کا مرتبہ بلند کردیا۔ وہ غلام جسے بادشاہ خرید لے' مملکت کا مالک بن جاتا ہے۔

محمدؐ عربی کآ بروئے ہر دو سرا ست　　کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ اُو

محمدؐ عربی' دونوں جہانوں کی آبرو ہیں' جو ان کے در کی خاک نہیں بنتا' اس کے سر پر خاک۔

مدینہ طیبّہ میں

لیجیے ذوالحلیفہ آگیا' رات کا بقیّہ حصہ یہاں گزارنا ہے۔ غسل کیا' خوشبو لگائی۔ کچھ دیر دَم لے لیجیے اور کمر سیدھی کرلیجیے۔ صبح ہوئی' نماز پڑھی' موٹر روانہ ہوئی۔ کیا جہاں سَر کے بَل آنا چاہیے تھا وہاں موٹر پر سوار ہو کر جائیں گے ؟ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھنا کام آیا' "وادیِ عقیق" میں "بئرِ عروہ" کے پاس اتار دے گا۔۔۔

بسم اللہ' اتریئے۔ وہ دیکھیے جبلِ اُحد نظر آرہا ہے۔ ذٰلِکَ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ' یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے' اور ہم اس سے۔ وہ سوادِ مدینہ کے درخت نظر آئے! کیا یہ وہی درخت ہیں جن کے متعلق شہیدی مرحوم نے کہا تھا۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے　　قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقیّد کا

وہ گنبدِ خضرا نظر آیا! دل کو سنبھالیے' اور قدم اٹھایئے۔ یہ لیجیے کہ مدینہ میں داخل ہوئے' مسجدِ نبویؐ کی دیوار کے نیچے نیچے بابِ مجیدی سے گزرتے ہوئے بابِ جبریل پر جاکر رُکے۔ حاضری کے شکرانہ میں کچھ صدقہ کیا اور اندر داخل ہوئے۔ پہلے محرابِ نبویؐ میں جاکر دوگانہ ادا کیا' گنہگار

آنکھوں کو جگر کے پانی سے غسل دیا' وضو کرایا' پھر بارگاہ نبویؐ پر حاضر ہوئے۔

اَلصَّلٰوۃُ والسَّلَامُ علیک یارسُولَ اللّٰہ ' اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علیک یا نبیَّ اللّٰہ' اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علیک یا حَبِیبَ اللّٰہ ' اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علیک یا صَاحِب الخُلقِ العظیمِ' اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علیک یا رَافِعَ لواءَ الحمدِ یومَ القِیٰمۃ' اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علیک یا صَاحِبَ المقَامِ المحمُودِ' اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علیک یا مُخرِجَ النَّاسِ بِاذنِ اللّٰہِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّورِ' اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علیک یامُخرِجَ النَّاسِ مِن عِبَادَۃِ العِبَادِ اِلٰی عِبَادَۃِ اللّٰہِ وَحدَہٗ' اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علیک یا مُخرِجَ النَّاسِ مِن جَورِ الادیانِ اِلٰی عدلِ الاِسلَامِ وَمِن ضِیقِ الدُّنیا اِلٰی سَعَۃِ الدُّنیا وَالاٰخِرۃ' اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علیک یا صَاحِبَ النِّعمَۃِ الجَسِیمَۃِ' اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علیک یا صَاحِبَ المِنَّۃِ العظیمَۃِ' اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علیک یا اَمَنَّ خَلقِ اللّٰہِ عَلٰی خَلقِ اللّٰہِ اَشہَدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحدَہٗ وَاَنَّکَ عَبدُہٗ وَرَسُولُہٗ قد بلَّغتَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّیتَ الاَمَانَۃَ وَنَصَحتَ الاُمَّۃَ وَجَاھَدتَّ فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ وَعَبَدتَّ اللّٰہَ حَتّٰی اَتَاکَ الیَقِینُ۔ فجزاکَ اللّٰہُ عَن ھٰذِہِ الاُمَّۃِ خیرَ ما جزٰی نبیًّا عن اُمَّتِہٖ وَرَسُولًا عَن خَلقِہٖ۔ اَللّٰھُمَّ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الوَسِیلَۃَ وَالفَضِیلَۃَ وَابعَثہُ مَقَامًا مَحمُودَنِ الَّذِی وَعَدتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخلِفُ المِیعَادَ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیتَ عَلٰی اِبرَاہِیمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبرَاہِیمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ' اَللّٰھُمَّ بَارِک عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکتَ عَلٰی اِبرَاہِیمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبرَاہِیمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ۔

آپ پر صلوٰۃ و سلام اے اللہ کے رسول' آپ پر صلوٰۃ و سلام اے اللہ کے نبی' آپ پر صلوٰۃ و سلام اے اللہ کے حبیب' آپ پر صلوٰۃ و سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم' آپ پر صلوٰۃ و سلام اے قیامت کے دن لواء الحمد بلند کرنے والے' آپ پر صلوٰۃ و سلام اے صاحبِ مقامِ محمود' آپ پر صلوٰۃ و سلام اے اللہ کے حکم سے لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال کر لانے والے' آپ پر صلوٰۃ و سلام اے لوگوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں داخل کرنے والے' آپ پر صلوٰۃ و سلام اے لوگوں کو مذاہب کی ناانصافی سے نکال کر اسلام کے عدل و انصاف میں داخل کرنے والے اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا اور آخرت کی وسعت میں پہنچانے والے' آپ پر صلوٰۃ و سلام اے انسانیت کے سب سے بڑے محسن' اے انسانوں پر سب سے بڑھ کر شفیق' اے وہ جس کا اللہ کی مخلوق پر اللہ کے بعد سب سے بڑا احسان ہے' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں' آپ نے اللہ کا

پیغام پوری طرح پہنچا دیا' امانت کا حق ادا کردیا' اُمّت کی خیر خواہی میں کسر نہیں رکھی' اللہ کے راستے میں پوری پوری کوشش کی' اور وفات تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے' اللہ آپ کو اس امت اور اپنی مخلوق کی طرف سے وہ بہترین جزا دے جو کسی نبی اور رسول کو اس کی امت اور اللہ کی مخلوق کی طرف سے ملی ہو' اے اللہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قربُ و بلندی اور وہ مقامِ محمود عطا فرما' جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے' تو اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ان کی آل پر اپنی رحمتیں نازل فرما جیسی تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آلِ ابراہیمؑ پر نازل فرمائیں' تو حمید و مجید ہے۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ محمدؐ پر برکتیں نازل فرما جیسی تو نے ابراہیمؑ و آلِ ابراہیمؑ پر نازل فرمائیں' بیشک تو حمید و مجید ہے۔

اس کے بعد دونوں رفیقوں اور وزیروں کو محبّت کا خراج اور عقیدت کا نذرانہ' سلام و دعا کی شکل میں ادا کیا' اور قیام گاہ پر آئے۔

اب آپ ہیں اور مسجدِ نبویؐ' دل کا کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے۔ درود شریف پڑھنے کا اس سے بہتر زمانہ اور اس سے بہتر مقام کون سا ہو سکتا ہے۔ اب بھی شہود و حضور نہ ہو تو کب ہوگا۔ جنت کی کیاری رَوْضَۃٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّۃِ میں نمازیں پڑھیے' مگر دیکھیے کسی کو تکلیف نہ دیجیے۔ مزاحمت' جگہ کو اپنے لیے محفوظ کرنا' مسجد میں دوڑنا' سب جگہ بُرا ہے' مگر جہاں سے یہ احکام نکلے اور دنیا میں پھیلے' وہاں ان کی خلاف ورزی تو بہت ہی مکروہ ہے۔ یہاں آواز بلند نہ ہو۔ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ یہاں دنیا کی باتیں نہ ہوں' مسجد کو گزرگاہ نہ بنایا جائے' بے وضو داخل ہونے سے حتی الامکان اِحتراز کیا جائے' خرید و فروخت سے اِجتناب کیا جائے۔

دن میں جتنے مرتبہ جی چاہے حاضری دیجیے اور سلام عرض کیجیے۔ آپ کے نصیب کھل گئے' اب کیوں کمی کیجیے' مگر ہر بار عظمت و ادب اور اشتیاق و محبت کے ساتھ۔ دل کی ایک حالت نہیں رہتی' وہ بھی سوتا اور جاگتا ہے۔ جاگے تو سمجھیے کہ نصیب جاگے' حاضری دیجیے اور عرض کیجیے: ؎

ز چشمم آستیں بردار و گوہر را تماشا کن

میری آنکھ سے آستین ہٹاؤ اور موتیوں کا نظارہ کرو

کبھی اس کا جی چاہے گا کہ غلاموں کے وفود کے ساتھ مِلا جُلا حاضر ہو۔ عُشّاق کی آنکھوں سے' جنھوں نے مہجوری کے دن کاٹے اور فراق کی راتیں بسر کیں' جب آنسوؤں کا مینھ برسے گا تو شاید کوئی چھینٹا اس کو بھی تر کر جائے' رحمت کی ہوا جب چلے گی تو شاید کوئی جھونکا اس کو بھی

لگ جائے۔ کبھی دبے پاؤں لوگوں کی نظر بچا کر تنہائی میں حاضر ہونے کا جی چاہے گا' اس باب میں دل کی فرمائش سب پوری کیجیے' کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ کبھی صرف آنسوؤں سے زبان کا کام لیجیے' کبھی ذوق و شوق کی زبان میں عرض کیجیے۔ درود شریف طویل بھی ہیں اور مختصر بھی' جس میں جی لگے اور ذوق پیدا ہو اس کو اختیار کیجیے۔ مگر اتنا خیال رکھیے کہ توحید کی حدود سے باہر قدم نہ جائے۔ آپ اس کے سامنے کھڑے ہیں جس کو **مَاشَآءَ اللّٰہُ وَشِئْتَ** اور **مَنْ یَّعْصِھِمَا** سننا گوارا نہ ہو سکا' سجدہ کا کیا ذکر' خدا کی صفات میں' اس کی قدرت و تصرف میں' اس کی مشیت و اختیار میں شرکت کا شائبہ بھی آنے نہ پائے۔ ...

اب ہم مدینہ مُنَوّرہ میں مقیم ہیں۔ جہاں کی خاکروبی کو اولیا و سلاطین سعادت سمجھتے تھے' وہاں آپ ہر وقت حاضر ہیں۔ ایک ایک دن اور ایک ایک گھڑی کو غنیمت سمجھیے۔ پانچوں نمازیں مسجد نبویؐ میں جماعت کے ساتھ پڑھیے۔ اگر کہیں باہر جایئے بھی تو ایسے وقت کہ کوئی جماعت فوت نہ ہو۔ تہجد میں حاضر ہویئے' یہ وقت سکون کا ہوتا ہے۔ لوگ روضۂ جنت کی طرف دوڑتے ہیں۔ وہاں تو بغیر دوڑے اور بغیر کشمکش جگہ پانی مشکل ہے' آپ پہلے مواجہ میں آیئے۔ اس وقت شاید آپ کو صرف پہرہ دار (عسکری) ہی ملے۔ اطمینان سے سلام عرض کیجیے۔ پھر جہاں جگہ ملے' نوافل پڑھیے' اور صبح کی نماز پڑھ کر اشراق سے فارغ ہو کر باہر آیئے۔

جنّت البقیع میں

آیئے آج بقیع چلیں جو انبیا علیہم السّلام کے مقابر کے بعد صدق و اخلاص کا سب سے بڑا مدفن ہے ؂ دفن ہو گا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز۔

اگر آپ کی سیرت نبویؐ' صحابہ کرامؓ کے احوال و مراتب پر نظر ہے تو آپ کو وہاں صحیح احساس ہوگا۔ آپ ہر قدم پر رُکیں گے اور ایک ایک خاک کے ڈھیر کو اپنے آنسوؤں سے سیراب کرنا چاہیں گے۔ یہاں چپہ چپہ پر ایمان و جہاد اور عشق و محبت کی تاریخ کندہ ہے' ایک ایک ڈھیر میں اسلام کا خزانہ دفن ہے۔ ... ایک لمحہ ٹھہر کر پورے بقیع پر عبرت و تفکر کی ایک نظر ڈالیے۔ اللہ اکبر' کتنے سچے تھے یہ اللہ کے بندے! جو کچھ کہتے تھے کر دکھایا' **رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ ج** مکّہ میں جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا' مدینہ میں اسی کے قدموں میں پڑے ہیں ؎

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

گنبدِ خضرا پر ایک نظر ڈالیے' پھر مدینہ کے اس شہرِ خموشاں کو دیکھیے۔ صدق و اخلاص' استقامت و وفا کی اس سے زیادہ روشن مثال کیا ملے گی۔ آیئے' بقیع میں اسلام کی خدمت کا

عہد کریں' اور اللہ سے دُعا کریں کہ وہ ہمیں اسلام ہی کے راستہ پر زندہ رکھے اور اسی کے ساتھ وفاداری میں موت آئے۔ جنت البقیع کا یہی پیغام اور یہاں کا یہی سبق ہے۔۔۔

مسجدِ قبا میں

قبا میں بھی حاضری دیجیے۔ یہ وہ بقعۂ نور ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم سے مدینہ سے بھی پہلے مشرف ہوا۔ وہاں اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی جس کو **لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ** کا خطاب ملا۔ محبت و عظمت کے ساتھ حاضر ہوئیے۔ اس زمین پر نماز پڑھیے' پیشانی خاک پر رکھیے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور **رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا** کے قدموں سے پامال ہوئی ہے' اس فضا میں سانس لیجیے جس میں وہ انفاسِ قدسیہ اب بھی بسے ہوئے ہیں۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود　　سالہا سجدۂ اربابِ نظر خواہد بود

وہ زمین جہاں آپ کے پاؤں کا نشان پڑا' وہاں اربابِ نظر سالوں تک سجدہ کرتے رہیں گے۔

جبلِ احد کے میدان میں

آج جبلِ احد اور اس کے مشہد میں (جس کو یہاں عرفِ عام میں سیّدنا حمزہ کہتے ہیں) حاضری کی باری ہے۔ دو تین میل کی مسافت کیا' بات کرتے کرتے پہنچ گئے۔ یہ وہ زمین ہے جو اسلام کے سب سے قیمتی خون سے سیراب ہوئی۔ سب سے سچے' سب سے اچھے' سب سے اونچے' عشق و محبت اور وفا کے واقعات جو دنیا کی پوری تاریخ میں نہیں ملتے' اسی زمین پر پیش آئے۔ سیّد الشہدا حمزہؓ کے' رسولؐ اللہ کی محبت اور اسلام کی وفاداری میں' یہیں اعضا کاٹے گئے اور جگر کھایا گیا' عمارة بن زیادؓ نے قدموں سے آنکھیں مل مل کر یہیں جان دی' انس بن النضرؓ کو جنت کی خوشبو اسی پہاڑ کے درّے سے آئی' اور اسی سے اوپر زخم کھا کر یہیں سے رخصت ہوئے' دندان مبارک یہیں شہید ہوئے' سر پر زخم یہیں آئے' عُشّاق نے اپنے ہاتھوں اور پیٹھ کو محبوب کے لیے سپر یہیں بنایا' مکّہ کا ناز پروردہ مصعب بن عُمیرؓ یہیں ایک کمبل میں شہید اور ایک کمبل میں دفن ہوا۔ یہاں اسلام کے شیر سوتے ہیں' یہ پوری زمین شمعِ نبوت کے پروانوں کی خاک ہے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عُشّاق اور اسلام کے جاں نثاروں کی بستی ہے۔

یہ بلبلوں کا صبا مشہدِ مقدّس ہے!　　قدم سنبھال کے رکھیو یہ تیرا باغ نہیں!

یہاں کی فضا اور یہاں کے پہاڑ سے اب بھی **مُوْتُوْا عَلٰى مَامَاتَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ** (اسی پر جان دے دو جس پر رسولؐ اللہ دنیا سے گئے) کی صدائے بازگشت آتی ہے۔ آیئے اسلام پر جینے اور جان

دے دینے کا عہد پھر تازہ کریں۔

مدینہ کی سوغات

مدینہ طیبہ کے ذرّہ ذرّہ کو محبت و عقیدت کی نگاہ سے دیکھیے' تنقید کی نگاہ اور اعتراض کی زبان کے لیے دنیا پڑی ہوئی ہے۔ زندگی کے چند دن کانٹوں سے الگ پھولوں میں گزر جائیں تو کیا حرج ہے۔۔۔

مدینہ دعوتِ اسلامی کا معدن ہے۔ اس دعوتِ دین کو اس معدن سے اخذ کیجیے' اور اپنے اپنے ملک کے لیے یہ سوغات لیکر آیئے۔ کھجوریں' گلاب و پودینہ' خاک شفا' محبت کی نگاہ میں سب کچھ ہیں' مگر اس سرزمین کا اصلی تحفہ اور یہاں کی سب سے بڑی سوغات' دعوت اور اسلام کے لیے جدوجہد اور جان دے دینے کا عزم ہے۔ مدینہ' مسجد نبویؐ کے چپّہ چپّہ' بقیع شریف کے ذرّہ ذرّہ' اُحد کی ہر ہر کنکری سے ' یہی پیغام دیتا ہے۔ مدینہ آکر کوئی یہ کیسے بھول سکتا ہے کہ اس شہر کی بنیاد ہی دعوت و جہاد پر پڑی تھی۔ یہاں وہی لوگ مکّہ سے آکر آباد ہوئے تھے جن کے لیے مکّہ میں سب کچھ تھا مگر دعوت و جہاد کے مواقع نہ تھے۔ یہاں کی آبادی دو ہی حصوں پر منقسم تھی ایک وہ جس نے اپنا عہد پورا کردیا اور اسلام کے راستہ میں جانِ جاں آفرین کے سپرد کردی' کوئی خوف کوئی ترغیب اس کو اپنے مقصد سے باز نہ رکھ سکی۔ دوسرا وہ جس نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی' لیکن اللہ کو ابھی ان سے اور کام لینا منظور تھا۔ ان کا جو وقت گزرتا حالت انتظار میں گزرتا' شہادت کے اشتیاق میں گزرتا' **مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ (الاحزاب ۳۳:۲۳)**

یہی عالمِ اسلام کا حال ہونا چاہیے۔ یہاں بھی یا تو وہ ہونے چاہئیں جو اپنا کام پورا کرچکے' یا وہ جو وقت کے منتظر ہیں۔ تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو زندگی کے حریص اور دنیا پر راضی' موت سے خائف اور خدمت سے گریزاں ہوں' معاش میں سرتاپا منہمک اور عارضی مشاغل میں ہمہ تن غرق ہوں' ان کی گنجائش نہ مدینہ میں تھی نہ عالمِ اسلام میں ہونی چاہیے۔

مدینہ طیبہ کے قیام میں درود شریف' تلاوتِ قرآن اور اذکار سے جو وقت بچے اگر حدیث اور سیرت و شمائل کے مطالعہ میں گزرے تو بہت پُرتاثیر اور بابرکت ہوگا' اسی پاک زمین پر یہ سب واقعات پیش آئے۔ یہاں ان واقعات کا مطالعہ اور کتبِ شمائل میں مشغولیت بہت کیف آور اور موجبِ ترقی ہوگی۔۔۔

الوداع، مدینہ

لیجیے قیام کی مدت ختم ہونے کو آئی، کل کہتے ہیں کہ قافلہ کا کوچ ہے۔

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد   روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

افسوس کہ دوست کی صحبت چشم زدن میں ختم ہوگئی، ابھی پھولوں کو اچھی طرح دیکھا بھی نہ تھا کہ موسم بہار ختم ہوگیا۔

اب رہ رہ کر اس قیام کے سلسلہ کی کوتاہیاں اور یہاں کے حقوق کی ادائی میں اپنی تقصیر دل میں چٹکیاں لیتی ہے، اب استغفار و ندامت کے سوا کیا چارہ ہے۔

آج کی رات مدینہ کی آخری رات ہے، ذرا سویرے سے مسجد میں آجایئے۔

تَمَتَّعْ مِنْ شَمِیْمِ عَرَارِ نَجْدٍ   فَمَا بَعْدَ الْعَشِیَّۃِ مِنْ عَرَارِ

عرار نجد کی خوشبو سے خوب فیض یاب ہو جاؤ کہ اس رات کے بعد دوبارہ کوئی عرار نہ ہوگی۔

لیکن دل کو ایک طرح کا سکون بھی حاصل ہے۔ آخر جا کہاں رہے ہیں؟ اللہ کے رسولؐ کے شہر سے اللہ کے شہر کی طرف، اللہ کے اس گھر سے جس کو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھیوں نے اپنے پاک ہاتھوں سے بنایا، اللہ کے اس گھر کی طرف جس کو ان کے جدّ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے فرزند نے اپنے پاک ہاتھوں سے بنایا۔ اور جا کیوں رہے ہیں؟ اللہ کے حکم سے اور اللہ کے رسولؐ کی مرضی اور ہدایت سے، یہ دُوری دُوری کب ہوئی۔

نہ دوری دلیلِ صبوری بود   کہ بسیار دُوری، ضروری بود

دُوری، صبر کی دلیل نہیں ہوا کرتی، بارہا ایسا ہوتا ہے کہ دُوری، ضروری ہو جاتی ہے۔

آخری سلام عرض کیا، مسجدِ نبویؐ پر حسرت کی نگاہ ڈالی، اور باہر نکلے۔۔۔ موٹر پر بیٹھے، محبوب شہر پر محبت کی نگاہ ڈالتے چلے۔۔۔ جو لمحہ گزرتا ہے، مدینہ دُور اور مکّہ قریب ہوتا جاتا ہے۔ الحمد للہ کہ ہم حرمین کے درمیان ہی ہیں۔ ؎

صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

اللہ کا شکر ہے کہ ہم دو کریم ہستیوں کے درمیان ہیں۔

مکّہ معظمہ میں

اب شہنشاہِ ذوالجلال کا شہر اور اس کا گھر قریب ہے، باادب و ہوشیار! مدینہ اگر مرکزِ جمال تھا تو یہ مرکزِ جلال ہے، مدینہ کے درودیوار سے اگر محبوبیت ٹپکتی ہے تو یہاں کے درودیوار سے عاشقی نمایاں ہے۔ یہاں عاشقانہ آنے کی ضرورت ہے، برہنہ سر، کفن بردوش، پریشاں بال، یہی یہاں کے

آداب میں سے ہے۔

نظر اٹھایئے مکہ سامنے نظر آرہا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجعَل لِیْ بِھَا قَرَاراً وَارزُقنِی فِیھَا رِزقاً حَلَالاً ۔

اے اللہ مجھے اپنے شہر میں ٹھکانا عطا فرما' اور مجھے اس میں رزق حلال نصیب فرما۔

لیجیے' اب ہم اللہ کے شہر بَلَدَ اللّٰہِ الحَرَام' اَلبَلَدُ الاَمِین میں داخل ہوگئے۔ جس شہر کا نام تسبیح کی طرح بچپن سے ہر مسلمان کی زبان پر جاری رہتا ہے' جس کا اشتیاق جنت کی طرح ہر مومن کے دل میں رہتا ہے' جو ہر مسلمان کا ایمانی اور دینی وطن ہے' جس کی کشش ہر زمانے میں ہزاروں میل کی مسافت' پہاڑوں کی چوٹیوں اور وادیوں کی گہرائیوں سے مشتاقانِ زیارت کو کھینچتی رہی۔

لیجیے' مسجدِ حرام پر پہنچ گئے' باب السلام سے داخل ہوئے' یہ سیاہ غلاف میں ملبوس مسجدِ حرام کے بیچوں بیچ بیت اللہ نظر آرہا ہے۔

اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا البَیتَ تَشرِیفاً وَّ تَعظِیماً وَّتَکرِیماً وَّمَھَابَۃً وَّ زِدْ مَنْ شَرَّفَہٗ وَکَرَّمَہٗ مِمَّنْ حَجَّہٗ اَوِاعتَمَرَہٗ تَشرِیفاً وَّ تَکرِیماً وَّتَعظِیماً وَ بِرّاً اَللّٰھُمَّ اَنتَ السَّلَامُ وَمِنکَ السَّلَامُ فَحَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ ۔

اے اللہ اس گھر کی عزت و عظمت' شرافت و ہیبت میں ترقی فرما' اور حج و عمرہ کرنے والوں میں بھی جو اس کی تعظیم و تکریم کرے اس کو بھی شرافت و عظمت اور نیکی عطا فرما' اے اللہ تیرا ہی نام سلام ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہے' ہم پر سلامتی بھیج۔

یہی بیت اللہ ہے جس کی طرف ہزاروں میل کے فاصلہ سے ساری عمر نمازیں پڑھتے رہے' جس کی طرف نماز میں منہ کرنا فرض تھا۔ یہ آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہے' ہمارے اور اس کے درمیان چند گز سے زیادہ فاصلہ نہیں' ہم اپنے گنہگار ہاتھوں سے اس کے غلاف کو چھو سکتے ہیں' اس کو آنکھوں سے لگا سکتے ہیں' اس کی دیواروں سے چمٹ سکتے ہیں۔ عمر میں بڑی بڑی حسین و جمیل عمارتیں اور فنِ تعمیر کے بڑے بڑے نمونے دیکھے' لیکن اس سادہ سے چوکور گھر میں خدا جانے کیا حُسن و جمال اور کیا دلکشی و محبوبیت ہے کہ آنکھوں میں کھُبا جاتا ہے اور دل میں سمایا جاتا ہے' کسی طرح نظر ہی نہیں بھرتی۔ تجلیاتِ الٰہی اور انوار کا ادراک تو اہلِ نظر کرسکتے ہیں' لیکن جلال و جمال کا ایک پیکر ہم جیسے بے حِسّوں اور کم نظروں کو بھی نظر آتا ہے' اور یہ صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس کے دیکھنے سے آنکھوں کو سیری اور دل کو آسودگی نہیں ہوتی' جی چاہتا ہے

کہ دیکھتے ہی رہیے۔ اس کی مرکزیت و موزونیت' اس کی زیبائی و رعنائی' جلال و جمال کی آمیزش الفاظ سے بالاتر ہے۔

مُحَاسِنُہٗ ھیُولٰے کُلِّ حُسْنٍ وَمغنَاطِیسُ اَفْئِدَۃِ الرِّجَالِ

اس کی خوبیاں ہر خوبصورتی کا عکس ہیں' یہ مقناطیس کی طرح لوگوں کے دلوں کو کھینچتا ہے۔

اس کا دیکھتے رہنا دل کا سرور' آنکھوں کا نُور' رُوح کی غذا اور نظر کی عبادت ہے' دل کی کلفت اس سے کافور' دماغ کا تکان اس سے دُور ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے عجیب نعمت عطا فرمائی ہے۔ سارے عالم کی دلکشی اور دل آویزی اس میں سمٹ کر آگئی ہے۔

بیت اللہ کے گرد طواف کرنے والوں کا چکر چل رہا ہے' سیاہ غلاف کے چاروں طرف سفید احرام میں ملبوس انسانوں کی گردش' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ کعبہ کے گرد دودھ کی ایک نہر بہہ رہی ہے۔ ہم بھی آدمیوں کے اس بہتے ہوئے دریا میں داخل ہوئے۔۔۔

ملتزم پر

ملتزم پر آئے۔ یہ حجرِ اسود اور بابِ کعبہ کے درمیان کا حصہ ہے۔ یہاں اللہ کے بندے' بیت اللہ کی دیوار اور اس کے غلاف سے چمٹے ہوئے' اس طرح بلک بلک کر رو رہے تھے' اور اللہ کے گھر کا واسطہ دے کر اس کی چوکھٹ سے لپٹ کر اللہ سے مانگ رہے تھے' جس طرح ستائے ہوئے بچے اپنی ماں سے چمٹ کر روتے اور بلبلاتے ہیں۔ جس وقت وہ یَا رَبَّ البیت' یَا رَبَّ الْبَیْتِ' اے گھر والے' اے گھر کے مالک' کہتے' ایک کہرام مچ جاتا' سخت سے سخت دل بھی بھر آتا' آنکھیں اشکبار ہو جاتیں' اور دعاؤں کی قبولیت کا ایک اطمینان سا ہونے لگتا۔ خدا کی طرف رجوع و انابت کا یہ ایک ایسا منظر تھا کہ دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر نہیں پیش کرسکتی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس امت کو اس گئی گزری حالت میں بھی اپنے مالک سے جو تعلق ہے اس کا عشرِ عشیر بھی کہیں نظر نہیں آتا۔ معلوم ہوتا تھا کہ دل سینہ سے نکل جائیں گے' قلب و جگر آنسو بن کر بہہ جائیں گے' لوگ غش کھا کھا کر گر جائیں گے۔

ان دعاؤں میں بڑا حصہ مغفرت و عفو' رضا الٰہی' حسنِ خاتمہ اور جنت کی دعاؤں کا تھا۔ اللہ سے کسی مادی سے مادی چیز کا مانگنا بھی مادیت نہیں' سراسر روحانیت و عبادت ہے۔ لیکن ان دعاؤں میں آخرت اور روحانیت کا حصہ اس عالمِ مادی کی چیزوں سے بہرحال زیادہ تھا۔ افکار و پریشانیوں کے اس دَور میں' اللہ کے بہت سے بندے صرف اللہ کی محبت' توفیقِ اطاعت' شانِ عبودیت' اخلاص' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت' عشقِ کامل' اتباعِ سنت' دین کی خدمت

اور اسلام پر جینے اور مرنے کی دعا کر رہے تھے۔ بہت سے اللہ کے بندے اپنی دنیاوی ضروریات کو بے تکلف مانگ رہے تھے کہ وہ کریم ہے' اس کے دروازہ اور اس کے آستانہ پر نہ مانگی جائیں گی تو کس سے اور کہاں مانگی جائیں گی۔ بہت سے اللہ کے بندے کعبہ کے پردہ میں منہ ڈالے ہوئے گریہ و بکا اور مناجات و دعا میں مشغول تھے۔ غرض یہاں سائلوں کا ہجوم اور فقرا کا جمگھٹا تھا' ربّ کریم کا دروازہ کھلا تھا' اور بے صبرو مضطر سائل سوال و طلب میں بالکل کھوئے ہوئے تھے۔

صفا اور مروہ کے درمیان

ہر ایک احرام میں ملبوس' ننگے سر' ننگے پاؤں' عاشقانہ حال' مستانہ چال' دنیا سے بے خبر' اپنی دھن میں مست ' **رَبِّ اغفِرۡ وَارۡحَم اِنَّکَ انتَ الاَعَزُّ الاَکرَمُ** کی صداؤں سے فضا گونجتی ہوئی' دونوں طرف پُررونق دکانیں' مسعیٰ کا بازار اپنے پورے شباب اور بہار پر' موٹریں اور کاریں ہارن بجاتی ہوئی اور آدمیوں کو بچاتی ہوئی نکلتی رہتی ہیں۔ دکانوں پر سودے بِک رہے ہیں' شربت کے گلاس کے دَور چل رہے ہیں' صرافوں کی دکانوں پر روپیہ گننے اور سکّوں کے گرنے کی آواز کانوں میں آرہی ہے' لیکن عُشّاق کا مجمع سر جھکائے نظر بچائے' اپنی دُھن میں چلا جارہا ہے۔ عشق کی پوری تصویر' دنیا میں مومن کے رہنے کی مکمل تفسیر' خلوت در انجمن کا پورا منظر' دنیا کے بازار میں چلتی پھرتی مسجدیں اور گونجتی ہوئی اذانیں۔ سعی کیا ہے' مومن کی پوری زندگی! بھرے بازار' پھولوں سے لدے گلزار میں رہنا اور دل نہ لگانا' مقصد کو پیش نظر رکھنا' مبدا و منتہیٰ کو نہ بھولنا' اپنے کام سے کام رکھنا' صَفا سے چل کر نہ مَروہ کو فراموش کرنا نہ مَروہ سے چل کر صَفا کو بھول جانا' کہیں نہ اٹکنا کہیں نہ الجھنا' پیہم گردش' مسلسل عمل' مسعیٰ میں دونوں طرف دکانوں کے ہونے نے اور سعی کے اس محلِ وقوع نے سعی میں ایک خاص معنویت اور لطف پیدا کردیا ہے۔

آپ کو اس راستہ پر عالم اسلام کے گوشہ گوشہ اور چپّہ چپّہ کے مسلمان ایک لباس میں ملبوس' ایک ترانہ بلند کرتے ہوئے' ایک عشق و سرمستی کی کیفیت میں آتے جاتے نظر آئیں گے' تیز قدم بڑھاتے ہوئے 'ننگا سر' اللہ کے سامنے جھکائے ہوئے چلے جارہے ہیں' ان میں امیر بھی ہیں غریب بھی' سرخ سفید شامی و مغربی بھی اور سیاہ فام حبشی و تکرونی بھی' مرد بھی اور عورت بھی' لیکن کسی کو کسی کے دیکھنے اور توجہ کرنے کی فرصت نہیں' بعض اوقات اس مجمع عُشّاق کو دیکھ کر قلب پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے اور بے اختیار ان عُشّاق کے پاؤں پڑنے اور ان کی بلائیں لینے کو جی چاہتا ہے' اسلام کی محبت جوش مارتی ہے' وطن و قوم کی حد بندیاں ٹوٹنے لگتی ہیں' اپنی وحدت کا احساس ابھرنے لگتا ہے۔ . . .

مکّہ کے شب و روز

اب روزانہ کا معمول یہ ہے کہ صبح صادق سے پہلے حرم میں آ گئے، کبھی رُکنِ یمانی کے سامنے مصلّی مالکی کے پاس، کبھی حطیم کے سامنے مصلّی حنفی کے نزدیک، کبھی مصلی حنبلی سے ملے ہوئے، اور کبھی قسمت سے مقامِ ابراہیم کے پاس یا مصلّی شافعی کے دائیں بائیں، نوافل پڑھے۔ کبھی ہر دو رکعت کے بعد ایک طواف کیا، کبھی نوافل کے بعد اکٹھا کئی طواف کر لیے۔ غرض جس طرح موقع ملا نوافل و طواف میں وقت گزارا، صبح کی اذان ہوئی، نماز پڑھی۔ اس وقت طواف کرنے والوں کا ہجوم ہوتا ہے، خدا جانے کتنے اولیا اللہ اور مقبولینِ بارگاہ ہوتے ہیں، عامہ مومنین بھی کیا کم ہیں۔ طلوعِ آفتاب تک طواف کیے، پھر اکٹھا طواف کی رکعتیں پڑھیں، اشراق پڑھی اور قیام گاہ پر آ گئے۔

مکّہ معظمہ میں طواف سے بہتر مشغلہ اور وظیفہ کیا، سارے دن آدمی طواف کر سکتا ہے۔ بعض اہلِ ہمت بیس بیس، تیس تیس طواف دن بھر میں کر لیتے ہیں۔ . . . آخرِ شب میں اور گرمیوں میں ٹھیک دوپہر کو مجمع کم ہوتا ہے۔ بعض اہلِ ذوق ان اوقات کا انتظار کرتے ہیں، بعض ہر نماز کے بعد کرتے ہیں، بعض مجمع ہی کو پسند کرتے ہیں کہ معلوم نہیں کس کی برکت سے ہمارا طواف اور ہماری دعائیں بھی قبول ہو جائیں، رحمتِ الٰہی کسی کی طرف متوجہ ہو اور ہم کو بھی نہال کر جائے۔

وَلِلنَّاسِ فِي مَا يَعْشَقُونَ مَذَاهِبُ

لوگوں نے عشق کے اپنے اپنے طریقے اپنا رکھے ہیں۔

لیکن کسی وقت آیئے، دن ہو یا رات، پچھلا پہر ہو یا ٹھیک دوپہر، شمع پر پروانوں کا وہی ہجوم ہے، مطاف کسی وقت خالی نہیں۔ اگر اس کے انتظار میں رہیے گا کہ دو چار آدمی ہوں اور پورے سکون و طمانیت کے ساتھ طواف کریں، تو یہ حسرت کبھی پوری نہ ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ نے **مثابہ للناس** (لوگوں کے لوٹ لوٹ کر آنے کی جگہ) بنایا، اور جس کو سب سے بڑی محبوبیت و مرکزیت عطا فرمائی اور دل کشی کوٹ کوٹ کر بھر دی، وہ عُشّاق سے خالی کب رہ سکتا ہے، رات کو عشا کے بعد سے صبح صادق تک ہر ہر گھڑی میں آ کر دیکھا دربار بھرا ہی ہوا پایا۔

ادھر ملتزم کا حال یہ ہے کہ وہ دعا کرنے والوں اور مچل مچل کر مانگنے والوں اور لپٹ لپٹ کر فریاد کرنے والوں سے کسی وقت خالی نہیں۔ کوئی عربی میں، کوئی فارسی میں، کوئی ترکی میں، کوئی سوڈانی میں، کوئی جاوی میں، کوئی اردو میں، کوئی بنگالی میں، کوئی نثر میں، کوئی نظم میں، کوئی زبان بے

زبانی میں عرضِ حال کر رہا ہے' دل کھول کھول کر مانگ رہا ہے' پھوٹ پھوٹ کر رو رہا ہے۔ کوئی پردہ میں منہ ڈالے بڑے درد سے پڑھ رہا ہے۔

بردر آمد بندۂ بگریختہ آبروئے خود بہ عصیاں ریختہ

تیرے در پر تیرا بندہ روتا ہوا آیا ہے اور ایسی حالت میں کہ عزت و آبرو بھی گناہوں سے آلودہ ہے۔

یَا رَبَّ الْبَیْت' یَا رَبَّ الْبَیْت کی صدا بلند ہے۔ . . .

منیٰ میں

منیٰ کا عجیب منظر تھا' سارا شہر بقعۂ انوار بنا ہوا تھا' عالمِ اسلام کچھ سوتا تھا کچھ جاگتا تھا' ہر طرف تجلیات و انوار کا ہجوم معلوم ہوتا تھا' اپنی جگہ پر رہا نہ گیا' مسجد خیف کی طرف چلے' حضرت ابراہیمؑ کی قربانی اور حضرت اسماعیلؑ کے صبرواستقامت کی یاد بڑی شدت سے پیدا ہوئی۔ خداوندا! عشقِ ابراہیمؑ کا ایک ذرّہ عطا ہو' الٰہیٰ مُردہ دل کو اپنے عشق و محبت سے زندہ کردے' محبت کا سوز عطا ہو جو ماسویٰ کو جلا دے۔ عالمِ اسلام اس وقت ابراہیمؑ کی آواز پر جمع ہے' اس میں محبت کی حرارت پیدا کردے کہ پھر زندہ ہو جائے' پھر تیرے لیے اپنی جان و مال کی قربانی کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ عجب سرور و حضور کا عالم تھا' عجب ذوق و شوق کا وقت تھا۔ . . .

عرفات میں

لیجیے عرفات آگیا۔ اللہ غنی' انسانوں کا ایک جنگل' جنگل میں منگل' کئی لاکھ انسان' دو بے سلی چادروں میں' شاہ و گدا ایک لباس میں' جہاں تک نظر کام کرتی ہے' خیمے اور شامیانے ہی نظر آتے ہیں' جو نظر آتا ہے دو سفید چادروں میں' معلوم ہوتا ہے آج فرشتوں نے اللہ کی یہ زمین بسائی ہے۔ سفید براق لباس' نورانی صورتیں' ذکر سے تر زبانیں' لبیک لبیک کی صدا گونجتی ہوئی اور پہاڑوں سے ٹکراتی ہوئی۔ انسانوں کا اتنا بڑا مجمع' لیکن نہ چپقلش نہ کشاکش' روحانیت و انابت کی فضا چھائی ہوئی۔ . . .

الحج عرفہ' حج عرفہ کا نام ہے' عرفہ حج کا نچوڑ ہے' یہی حج کی قبولیت کے فیصلہ کا دن ہے' یہی دعاؤں کے مقبول ہونے کا وقت ہے' یہی دل کھول کر مانگنے کی جگہ اور زمانہ ہے۔ اللہ کے بندے ذکرودعا میں مشغول ہوگئے۔ جن تمناؤں کو چھپا چھپا کر رکھا تھا آج ان کو کھول کر پیش کردیا' جن کو پہلے سے دعا کا سلیقہ تھا آج وہ کام آیا۔ ذکر و سلوک' صحبت' سب قوت دعا اور توجہ الی اللہ کو بڑھانے ہی کے لیے ہیں۔ . . .

جبلِ رحمت پر سائلوں کا ہجوم ہے' گویا بڑے پیمانے پر مُلتزَم کا نقشہ ہے۔ سوال و دعا کا غُلغلہ بلند ہے' بھرائی ہوئی آوازیں اور گلوگیر صدائیں' بیچ بیچ میں بے حِس و سخت دل لوگوں کے دل میں بھی رقت اور گداز پیدا کرتی ہیں۔ سب اپنی اپنی دلی مرادمانگ رہے ہیں۔...

رمی جمار

حضرت ابراہیمؑ نے ہر عمل پیغمبرانہ اخلاص اور عاشقانہ کیفیت کے ساتھ کیا تھا'... اس لیے اللہ نے ان کے ہر فعل کو زندگیٔ جاوداں بخشی اور اس کی یادگار باقی رکھی۔ آج ان افعال کی نقل میں بھی عشق کی کیفیت اور زندگی و تازگی ہے' بشرطیکہ دل محبت و عظمت اور ایمانی کیفیات سے بالکل خالی نہ ہو۔ حج کی ہر چیز میں عاشقانہ کیفیت اور محبوبانہ ادا ہے۔ سعی و طواف تو عشق و جذب کی کھلی نشانیاں ہیں' مگر یہ رمی (کنکری مارنا بھی) عجب پیاری ادا ہے۔ عاشقیت و محبوبیت توام ہیں' سچے عشق کے ساتھ جو چیز کی جائے گی اس پر اہلِ دل کو پیار ہی آئے گا۔ رمی کرتے وقت اگر دل میں سیدنا ابراہیمؑ کی محبت' اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کا جذبہ اور اپنے دشمن حقیقی سے نفرت کا جوش' ہو تو رمی عجب بہار کی چیز ہے' عجب عبادت ہے۔ اور اگر یہ کیفیات اتفاقاً نہ ہوں' یا ان کا اِستحضار نہ ہو' تو بھی حکمِ الٰہی کی اطاعت کسی حال میں فائدہ سے خالی نہیں۔...

قیامِ منیٰ

اب یہاں کی ہر رات اور ہر دن حاصلِ عمر ہے' خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ایک ایک گھڑی غنیمت سمجھیں اور غفلت کا کوئی لمحہ گزرنے نہ دیں۔ یہی دن ہیں جن کے متعلق قرآن مجید میں صراحتہً حکم ہے۔

فَاِذَا قَضَیۡتُمۡ مَّنَاسِکَکُمۡ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَذِکۡرِکُمۡ اٰبَآءَکُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِکۡرًا (البقرہ ۲:۲۰۰)

پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام تو یاد کرو اللہ کو جیسے یاد کرتے تھے اپنے باپ دادوں کو بلکہ اس سے زیادہ یاد۔

اس لیے یادِ الٰہی میں جتنا انہماک اور عبادت میں جتنی مشغولیت ہو کم ہے' مگر افسوس کہ اس کا حق بالکل ادا نہ ہو سکا اور اس میں شدید کوتاہی رہی' بے تکلف دوستوں کا مجمع' کھانے پینے کی بہتات' عمر بھر کی غفلت کی عادت' بڑا وقت ہنسنے بولنے اور کھانے پینے میں گزر جاتا' ناظرین کرام سے کہنے کا جی چاہتا ہے' کہ ع

من نکردم شما حذر بکنید

میں نے پرہیز نہ کیا مگر آپ تو کریں۔

ان دنوں میں بہ شدت اس کا احساس ہوتا ہے کہ منیٰ کے کم سے کم یہ تین دن دینی دعوت اور تعلیم و تربیت کے مُغْتَنَم ترین دن ہیں جو مجموعی طور پر عالمِ اسلام کو اتنے بڑے پیمانے پر کبھی میسر نہیں آسکتے۔ عالمِ اسلام کا ایک بہترین نمائندہ مجمع جو راہِ خدا میں نکلا ہوا ہوتا ہے' جس میں اتنے دنوں کے مجاہدہ' تعلقات و مشاغل سے انقطاع' فاسد ماحول سے بے تعلقی' حج کے انوار و تاثیرات کی وجہ سے دین کے جذب و قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو چکی ہوتی ہے اور دین و عبادت ہی کے لیے اس کا قیام ہوتا ہے' اگر اس وقت سے فائدہ اٹھایا جائے تو برسوں کا کام چند دنوں میں' اور ہزاروں میل کا سفر ایک مختصر سے رقبہ میں طے ہو جائے۔۔۔

مگر صد حیف کہ ایسی فرصت سے دینی تعلیم و تربیت اور اسلامی دعوت کا فائدہ قطعاً نہیں اٹھایا جاتا۔ ہماری دینی زندگی کی چول اپنی جگہ سے ایسی ہٹی ہوئی ہے کہ کسی چیز سے بھی ہم فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ صرف منیٰ کے قیام کے یہ دن اور حجاج کا یہ مجمع ایسا تھا کہ اس سے پورے عالمِ اسلام میں دین کی روح پھونکی جاسکتی تھی اور دعوت کا جذبہ پیدا کیا جاسکتا تھا۔ ایک باد بہاری تھا جو سارے عالم میں دینی دعوت و اصلاح کے بیج بکھیر سکتا تھا اور دین کے ہزاروں چمن کھلا سکتا تھا۔۔

پہلے یہ سب حج کے ثمرات و منافع میں داخل تھا۔ **لِیَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ** کا مفہوم اتنا تنگ نہیں جتنا سمجھا جاتا ہے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے امت کو جو آخری عالمگیر وصیت فرمائی ہے وہ عرفات و منیٰ کے میدان ہی میں فرمائی۔ عرفات و منیٰ کا مخاطب مجمع ہی اس کی صلاحیت رکھتا تھا کہ فرمایا جاتا:

لیبلّغِ الشاهدُ الغائبَ فربَّ مُبلَّغٍ اوعی مِنْ سامعٍ۔

دیکھو جو موجود ہے وہ میری یہ باتیں ان تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں' اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو بالواسطہ سنتا ہے وہ اپنے کانوں سے سننے والے سے زیادہ سمجھنے والا اور یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔

حج ہی کے موقع پر سورۂ برات کی ابتدائی آیات اور مشرکین کے احکام کا اعلان ہوا' حج ہی کے موقع پر ایک خلقت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست دین کی تعلیم حاصل کی' حج ہی نے موقع پر بلاد و امصار کے طالب علم دین سیکھنے' احکام معلوم کرنے' حدیث سننے جمع ہوا

کرتے تھے۔ حج آج بھی عالمِ اسلام میں زندگی کی لہر پیدا کرسکتا ہے، مسلمانوں میں دینی شعور اور اپنی ذمہ داری کا احساس پیدا کرا سکتا ہے۔ حج ہی کے ذریعہ اس بھٹکے ہوئے قافلہ کو اپنی گم کردہ منزل نظر آ سکتی ہے، اور معمارِ حرم کو "تعمیرِ جہاں" کا بھولا ہوا کام یاد آسکتا ہے۔ حج اصلاح و انقلاب کی ایک عظیم الشان طاقت ہے، مگر ہماری کاہلی اور نادانی سے یہ طاقت بہت کچھ ضائع ہورہی ہے، ہر سال ضائع ہوتی ہے، اور برس ہا برس سے ضائع ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات میں کمی نہیں مگر ہماری طرف سے ناقدری میں بھی کمی نہیں۔ اگر کسی زندہ اور صاحبِ عمل قوم کو یہ موقع حاصل ہوتا اور اس کو ہر سال بلا کسی جدوجہد اور مادی ترغیب کے محض دینی کشش اور اُخروی نفع کی بنا پر یہ عالمگیر اجتماع میسر ہوتا، تو وہ تمام عالَم میں انقلاب برپا کرسکتی تھی اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنا پیغام پہنچا سکتی تھی۔ دنیا کی بہت سی قومیں جو نبوت اور وحی الٰہی کی عطا کی ہوئی دولتوں سے محروم ہیں، ... ان کو اپنی چھوٹی چھوٹی مجلسوں کے لیے لاکھوں روپیہ خرچ کرنے پڑتے ہیں، طاقت ور پراپیگنڈا کرنا پڑتا ہے، پھر بھی کامیابی نہیں ہوتی، اس لیے کہ ان کے ساتھ دینی کشش اور روحانی جذب نہیں۔ لیکن مسلمانوں کو اس مفت کی دولت کی قدر نہیں۔

الوداع، مکّہ

مکّہ معظمہ میں داخل ہوگئے حرم میں نماز پڑھیے اور طواف کیجیے، بیت اللہ کو دیکھیے اور دیکھتے رہیے، ہر وقت اس کا نیا جمال، اور نئی شان ہے ؎

کعبہ راہردم تجلی می فزود　　　ایں زاخلاصاتِ ابراہیم بود

کعبہ کی تجلی ہر دم بڑھتی رہتی ہے یہ حضرت ابراہیم کے اخلاص میں ہے

اتنے دن سے اس کو دیکھ رہے ہیں مگر جی نہیں بھرتا، نگاہ نہیں تھکتی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اس ذاتِ عالی کے جمالِ جہاں آرا کا کیا حال اور اس دید کی کیا مسرت و لذت ہوگی۔

(تلخیص و تدوین: خ - م)